وجود میں آچکی ہیں جو خلاف اسلام ریلیوں کا اہتمام کررہی ہیں۔ انکی سیکولر اور لبرل کی منافقانہ سوچ طشت بام ہوچکی اور پوری دنیا نے دیکھ لیا کہ وہ اسلام کے خلاف کس قدر اذیت میں مبتلا ہیں اور تعصب، حسد اور کینہ پروری کا مظاہرہ کررہے ہیں۔ یہ لوگ جن کی وکالت کرتے ہوئے نہیں تھکتے وہ آج کس تنگ نظری کا مظاہرہ کررہے ہیں۔ سچ ہے، یہ اتنا ہی ابھرے گا، جتنا کہ دبادیں گے۔

اصلاحِ احوال...... ہماری ذمہ داری

وطن عزیز اس وقت جن حالات سے دوچار ہے۔ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں کہ جس میں افراط وتفریط نہ ہو۔ گھر کے ماحول سے لیکر بازار تک تعلیمی اداروں سے لیکر ایوان اقتدار تک ذرائع ابلاغ سے لیکر ایوان عدالت تک اصلاح احوال کا متقاضی ہیں۔ مذہبی زعماء ہوں یا سیاسی قائدین، اساتذہ ہوں یا وکلاء، دانشور ہوں یا صحافی، شاعر وادیب ہوں یا خطیب ومبلغین سب کو اپنا اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ ان میں رجل رشید کی کمی نہیں۔ کامیابی کا دارومدار اہل اقتدار کی قربت اور صاحب ثروت کے ہاں بازیابی کو سمجھ لیا گیا ہے۔ حقائق اور سچ کو بازار کی جنس بنا دیا گیا۔ خرید وفرخت اور نیلامی کے ذریعے جھوٹ کا ایسا طوفان اٹھایا جاتا ہے۔ جس کی گرد وغبار سے عوام اندھے ہوجاتے ہیں۔ اور وہ سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ سمجھنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ یہ کام تمام شعبوں مذہب، سیاست، عدالت، تجارت میں بڑی سرگرمی سے جاری ہیں۔

مذہب سے نفرت اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھنے والوں کا حلقہ کافی وسیع ہے۔ لہٰذا وہ کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ اور معمولی بات کا بتنگڑ بنا کر پیش کرتے ہیں۔ فقہی اختلاف کو فرقہ واریت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور کسی بھی ردعمل کی نسبت مذہب کی طرف کرکے یہ الزام لگاتے ہیں۔ کہ یہ مذہبی اشتعال کا نتیجہ ہے۔

دوسری جانب سیاست ان کا پسندیدہ میدان ہے۔ اور جمہوریت کو معاشرے کا حسن اور تمام اختلافات کا حل بتاتے ہیں۔ لیکن اس دلدل میں گرے اس دھرنے کو کیا نام دیں گے۔ جو سو دن سے زائد اسلام آباد میں نفرت، تشدد پر اکسانے مار دھاڑ، گھیراو جلاؤ کرنے پر اکساتا رہا ہے۔ اور کھلے عام دھمکیوں گالیوں سے دوسروں کو للکارتا رہا ہے۔ یہ سب ان کی نظر میں شجر ممنوعہ

نہیں۔ بلکہ یہ انسانی حقوق ہیں۔ آزادی وحریت کی آڑ میں یہ سب جائز اور درست ہیں۔ اگر یہی کام کوئی مذہبی جماعت، تنظیم کرے۔ اسلام آباد کے کسی حساس علاقے میں ڈیرے ڈالے اور ان سیاسی لیڈروں کی زبان استعمال کرے۔ اور وہ سب کچھ کہے جو یہ کہتے ہیں۔

پھر دیکھیں حکومت وقت سے لیکر تمام سرکاری اداروں، سیاسی قائدین اور ذرائع ابلاغ کیسے آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں۔ بیرونی دنیا کس طرح احتجاج کرتی۔ اسے جرم عظیم قرار دیتی بغاوت، تشدد اور دہشت گردی کا مقدمہ قائم کرتی۔ اور لمحوں میں سب کو پابند سلاسل کر دیتی۔ اور اس مجمع کو تتّر بتّر!

یہی حال باقی اداروں میں ہے۔ سرکاری اداروں میں مسلکی بنیاد پر کام ہونا یا نہ ہونا معمول بن گیا ہے۔ خاص کر تعلیمی ادارے اس کی لپیٹ میں ہیں۔ صلاحیت میرٹ کی بجائے مسلکی امتیاز سے چناؤ ہوتا ہے۔ حتی کہ بعض صوبوں کے وزیر اعلی تو علی الاعلان یہ بات کرتے ہیں۔

اس سارے شور شرابے میں جرائم پیشہ افراد کے لیے یہ وقت کسی موسم بہار سے کم نہیں۔ اور جرائم پیشہ افراد سے مراد صرف جیب تراش چور اچکے ڈاکو یا رہزن ہی نہیں۔ بلکہ تاجروں کا لباس پہنے ذخیرہ اندوزی سے مہنگائی کا طوفان اٹھانے والے، ملاوٹ اور دو نمبر کا مال تیار کرنے والوں کی بھی چاندی ہوتی ہے۔ تعلیم کے مقدس پیشے کو کمرشل بنانے اور طلبہ کی تربیت سے بری الذمہ ہونے والے لاتعداد ادارے موج مستی کر رہے ہیں۔ کوئی ان سے باز پرس کی جرأت نہیں کرسکتا۔

پولیس سٹیشن سے شروع ہونے والی عبرت ناک کہانیاں، عدالتی کٹہروں میں سسکتی آہوں تک بہت کچھ کہتی ہیں۔ غرض وہ کیا کیا مظالم ہیں۔ جو اس معاشرے میں نہیں ہیں۔

اب ان حالات میں ہماری ذمہ داری کیا ہے۔ خاموش تماشائی یا کوئی صورت گری۔ اصلاح احوال کے لیے کیا کرنا چاہیے؟

کوئی شبہ نہیں کہ ہمارے معاشرے میں لاتعداد خرابیاں در آئی ہیں۔ لیکن مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں ظلمت شب کا شکوہ کرنے کی بجائے اپنے اپنے حصہ کا چراغ روشن کرنا چاہیے۔

علماء کرام اور مشائخ عظام کی اولین ذمہ داری ہے۔ کہ وہ اپنے اصل مشن کی طرف لوٹ آئیں۔ دعوت الی اللہ کا کام تیز اور لوگوں میں دین داری پیدا کریں۔ برائیوں اور خرابیوں کی

اصلاح کے لیے پوری حکمت اور بصیرت سے کام لیں۔ نیکی کی رغبت اور دوسروں کے ساتھ بھلائی کا شوق پیدا کریں۔ دین میں آسانیاں ہیں۔ اسے مشکل نہ بنائیں۔ پیار ومحبت کو فروغ دیں۔ مل جل کر رہنے کی تلقین کریں۔ اور اختلافی مسائل بیان کرنے سے اجتناب کریں۔ علماء ایک دوسرے کے ساتھ باہمی رابطہ رکھیں۔ اور عوام میں یہ تاثر پیدا کریں۔ کہ اختلافی مسائل نفرت اور کدورت کا باعث نہیں ہیں۔ ''الدین النصیحہ'' کے تحت خیر خواہی کریں۔ تعصب اور نفرت کے خاتمے کے لیے تمام صلاحیتیں بروئے کار لائیں۔ اپنی انا کی قربانی اور صاحب علم ہونے کا ثبوت دیں۔ عوامی مزاج دیکھ کر شعلہ بیانی نہ کریں۔ بلکہ رضائے الٰہی کو مدنظر رکھیں۔ غیر متنازعہ راستہ اختیار کریں۔ اپنی گفتگو قرآن وحدیث کی روشنی میں کریں۔ تنقید اور تبرا بازی سے پرہیز کریں۔ دوسروں کے موقف کو سننے کا حوصلہ پید اکریں۔ تلخ نوائی کی بجائے دلیل سے بات کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب سے علماء نے اپنا اصل کام دعوت واصلاح ترک کیا ہے۔ اور اسلام کی ترجمانی کی بجائے فرقوں کی تبلیغ شروع کی ہے۔ حالات خراب ہوئے ہیں۔ ساری قوت اس پر صرف کی جاتی ہے کہ میں اپنے فرقہ کو حق ثابت کروں اس کے لئے اگرچہ اُسے قرآن حدیث کا صریح انکار ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ اب علماء کرام کو اپنے طرزِ عمل پر نظر ثانی کرتے ہوئے طریقہ کار تبدیل کرنا ہوگا۔ تمام عبادات، مسجدوں اور عبادت گاہوں تک محدود کردیں۔ اپنی قوت کا اظہار سڑکوں پر کرنے کی بجائے اعلیٰ اخلاق حسنہ کو معیار بنائیں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ فرقہ واریت کا عفریت بوتل میں بند نہ ہو۔

سیاستدانوں کو چاہیے کہ وہ تحمل وبرداشت کا مظاہرہ کریں۔ آزادی اور جمہوریت کی آڑ میں دوسرں کے حقوق پامال نہ کریں۔ سیاسی اختلافات کو سڑکوں، بازاروں میں گھسیٹنے کی بجائے، مذاکرات کے ساتھ حل کریں۔ یہی مذہب قوموں کا شعار ہے۔ اپنے جذبات پر قابو رکھیں۔ اشتعال انگیزی سے پرہیز کریں۔ لوگوں کے جذبات کا احترام کریں۔ گھیراؤ جلاؤ پر اکسانے اور شاہراہوں کو بند کرکے دوسروں کے لیے مشکلات پیدا نہ کریں۔ وطن سے محبت کا جذبہ اجاگر کریں۔ اس کی املاک کی حفاظت کریں۔ یہ وطن ہے تو ہم سب ہیں۔ اور آنے والے کل میں حکومت حاصل کرنے کے مواقع ہیں۔ خدانخواستہ خاکم بدھن اس ملک کو کچھ ہوا۔ تو پھر کیا

کریں گے؟ اس لیے سیاسی زعماء کو چاہیے کہ وہ پارلیمان کو فعال کریں۔ اور مسائل کے حل کے لیے اس سے بہتر اور کوئی جگہ نہیں ہے۔ یہاں سب سے بڑی ذمہ داری حکومت اور اہل اقتدار پر آتی ہے۔ لوگوں کی شکایات کو سنجیدگی سے لیں۔ اور ان کے حل کے لیے موثر اقدامات کریں۔ بلاوجہ تاخیری حربے استعمال نہ کریں۔ حقائق لوگوں کے سامنے لائیں۔ اپوزیشن اور حکومت سے باہر سیاسی جماعتوں کو اہم فیصلوں سے قبل اعتماد میں لیں۔ ملکی مفادات کے لیے مشترکہ جدوجہد کریں۔ کوئی وجہ نہیں کہ اس سے مسائل حل نہ ہوں۔ خاص کر امن وامان کے لیے تو ہر ممکن تعاون حاصل کریں۔ وطن دشمن عناصر کے خلاف سخت اقدامات اٹھائیں اور ایسے عناصر پر کڑی نظر رکھیں۔ جو بدامنی پھیلانے کے لیے کوششیں کرتے ہیں۔ تمام خفیہ ایجنسیوں کو فعال کریں۔ وہ صرف مخالف سیاسی لیڈروں کی سرگرمیوں پر نظر نہ رکھیں، بلکہ جرائم پیشہ افراد کی نشاندہی کریں، انہیں قرار واقعی سزا دیں اور اس میں اپنے بیگانے کی کوئی تقسیم نہ ہو بلکہ اپنے ذاتی، گروہی اور پارٹی مفادات سے بالاتر ہو کر ایسا انصاف کریں جو نظر بھی آئے۔

تاجر برادری کی اکثریت محب وطن ہے۔ ان کے ادا کیے ٹیکسوں سے ہی حکومتی مشینری رواں دواں ہے۔ صنعت وتجارت کے فروغ کے لیے امن وامان کی بڑی اہمیت ہے۔ یہ خود بھی اس کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ لیکن بعض لوگ ان کی آڑ میں لوٹ کھسوٹ کرتے ہیں۔ دو نمبر مال فروخت کرتے ہیں۔ ذخیرہ اندوزی سے مہنگائی لاتے ہیں۔ انہیں ایسے لوگوں پر نظر رکھنا ہوگی۔ تاکہ عام صارفین پریشانی سے بچ سکیں۔

ہماری عدالتیں ابھی وہ مقام حاصل نہ کر سکیں۔ جس پر لوگ پورا اعتماد کریں۔ اب بھی یہ تاثر ہے کہ انصاف بکتا ہے۔ ہمارے معزز جج حضرات کو چاہیے کہ وہ اپنے عمل سے اس تاثر کو ختم کریں۔ لوگوں کو انصاف ہوتا نظر آئے۔ مظلوم کی مدد اور ظالم کو کیفر کردار تک پہنچائیں۔ اور کسی حالت میں بھی انصاف کا ترازو ٹیڑھا نہ ہونے دیں۔ خاص کر جرائم پیشہ لوگوں کو قانون کے مطابق سزا دیں۔ کیونکہ امن وامان اور نظم ونسق اسی صورت قائم ہو سکتا ہے اور باقی رہ سکتا ہے کہ لیت ولعل اور لیپاپوتی سے کام نہ لیا جائے بلکہ قانون کی رٹ قائم جائے۔ اور ایسے لوگوں کی حوصلہ شکنی کریں

جو رشوت کا سہارا لیکر مجرموں کو تحفظ یا تعاون پیش کرتے ہیں۔

پولیس ایک نہایت اہم اور حساس ادارہ ہے۔ جس کی اولین ذمہ داری امن وامان کو برقرار رکھنا ہے۔ مظلوم کی داد رسی اور ظالم کو سلاخوں کے پیچھے دھکیلنا اس کے فرائض میں شامل ہے۔ یہ ایک حقیقت اور کھلی سچائی ہے کہ اگر پولیس ٹھیک ہو جائے۔ تو معاشرہ سکھ کا سانس لے۔ امن وامان بحال ہو جائے۔ مجرم اپنی موت خود مر جائیں۔ لیکن بدقسمتی سے اس ادارے میں کچھ کالی بھیڑیں ہیں۔ جو اس ادارے کی بدنامی کا باعث ہیں۔ پاکستان میں فرقہ واریت کا راستہ روکنے کے لیے پولیس کو مرکزی کردار ادا کرنا چاہیے۔ ایک فرقے کو تو کھلی چھٹی دے دیتے ہیں۔ جو لاؤڈ سپیکر پر جو چاہیں کہتے ہیں۔ اور دوسروں پر پابندی لگا کر مشتعل کرتے ہیں۔ اس لیے ان کی ذمہ داری ہے کہ تمام لوگوں سے برابری کا سلوک کریں۔ اگر پولیس صحیح تفتیش کرے۔ اور مجرموں کا چالان کر کے جیل بھیج دے۔ تو بڑی حد تک جرائم ختم ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس لوگوں کو معلوم ہے کہ تھانہ میں بااثر لوگ اثر انداز ہوتے ہیں۔ یا پیسے والے اپنے کام نکال لیتے ہیں۔ ایسی صورت میں وہ تھانے کا رخ کرنے کی بجائے خود بدلہ لیتے ہیں۔ اس سے جرائم میں اضافہ ہوتا ہے۔

عوام الناس کو چاہیے کہ وہ بھی ہوش کے ناخن لیں۔ بلاوجہ مشتعل نہ ہوں۔ معمولی باتوں پر دنگا فساد نہ کریں۔ اور نہ ہی سنی سنائی باتوں پر یقین کریں۔ بلکہ حقیقت جانے بغیر قدم نہ اٹھائیں۔ سچ بولیں۔ اور مذہب کو انتقام کا ذریعہ نہ بنائیں اور قوانین کا غلط استعمال نہ کریں۔ جھوٹے الزامات لگائیں نہ جھوٹی گواہی دیں۔ سیاسی اختلاف کو مخالفت کا ذریعہ نہ بنائیں۔ ایک دوسرے کو قبول کریں۔ باہم مل جل کر رہنے کا سلیقہ سیکھیں۔ مسلکی بنیاد پر تقسیم نہ ہوں۔ حق اور سچ کا ساتھ دیں۔ قانون شکنی نہ کریں۔ اپنے مسائل کا قانونی طریقے سے حل نکالیں۔ خود کسی مجرم کو سزا نہ دیں۔ بلکہ اسے قانون کے حوالے کریں۔ وطن سے محبت کریں۔ اس کے لیے ایثار اور قربانی کا مظاہرہ کریں۔

پھر دیکھیے یہ وطن امن کا گہوارہ بن جائے گا۔ جرائم ختم ہو جائیں گے۔ اور آنے والی نسلیں آپ کو دعائیں دیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مل جل کر کام کرنے کی توفیق دے۔ اور پاکستان کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔